قدرت کی پہچان

آیاتِ قرآن کی روشنی میں عام
فہم انداز میں یہ سمجھایا گیا ہے کہ
کائنات کے اس سارے نظام
کے پیچھے، دراصل اُسی حقیقی
خالق ومالک رَبِّ ذوالجلال کی
طاقت وقوت کام کررہی ہے
جس کے ہاتھ میں زمین وآسمان
کی کنجیاں موجود ہیں!

مولانا غیاث احمد رشادی

ناشر: مکتبۂ سبیل الفلاح ، نزد یونک اسکول، واحد نگر، قدیم ملک پیٹ، حیدرآباد

جملہ حقوق غیر محفوظ

کتاب : قدرت کی پہچان

مصنف : **مولانا غیاث احمد رشادی**

صفحات : ......۳۴......

تعداد اشاعت : ایک ہزار

کمپیوٹر کمپوزنگ : رشادی کمپیوٹر سنٹر، واحد نگر، قدیم ملک پیٹ،

حیدرآباد،فون: 24551314

ناشر : مکتبہ سبیل الفلاح ایجوکیشنل اینڈ ویلفیر اسوسی ایشن، رجسٹرڈ-۶۷۵

احاطہ مسجد الفلاح، واحد نگر، قدیم ملک پیٹ، حیدرآباد-انڈیا۔

قیمت : دس روپے Rs.10/-

ملنے کے پتے

۱ مکتبہ سبیل الفلاح ایجوکیشنل اینڈ ویلفیر اسوسی ایشن، رجسٹرڈ نمبر-۶۷۵،
نزد یونیک ہائی اسکول، واحد نگر، قدیم ملک پیٹ، حیدرآباد-فون:24551314

۲ ہندوستان پیپر ایمپوریم مچھلی کمان، حیدرآباد-

۳ حسامی بک ڈپو، مچھلی کمان، حیدرآباد-

۴ الاوراق پبلیشرز، کرما گوڑہ، حیدرآبادو

۵ کلاسیکل آٹوموٹیو، 324 C.M.H. Road، اندرانگر، بنگلور-

۶ ھدیٰ ڈسٹری بیوٹرس، پرانی حویلی روڈ، حیدرآباد-

۷ کمرشیل بک ڈپو، چارمینار، حیدرآباد-

فہرست مضامین

۱-	پہلی بات	۴
۲-	حقیقی خالق کون؟	۶
۳-	حقیقی رازق کون؟	۷
۴-	بیماری کہاں سے آئی؟	۸
۵-	وہ ذلیل کیوں ہوگیا؟	۹
۶-	بوڑھا جوان کیوں نہیں ہوتا؟	۱۱
۷-	جینے والے کیوں مر رہے ہیں؟	۱۲
۸-	اِرادوں میں ناکامی کیوں؟	۱۴
۹-	قدرت کی ایک نشانی	۱۵
۱۰-	بے جان سے جاندار	۱۷
۱۱-	سفید دودھ کہاں سے آیا؟	۱۹
۱۲-	دانہ اور گٹھلیوں کو کون پھاڑتا ہے؟	۲۰
۱۳-	دو دریا	۲۱
۱۴-	بچانے والا کون؟	۲۳
۱۵-	جانوروں کا رازق کون؟	۲۴
۱۶-	دو یا ایک؟	۲۵
۱۷-	اس نظام کے پیچھے کون؟	۲۷
۱۸-	وہ نظر نہیں آتا	۲۹
۱۹-	ایک اور لطیفہ	۳۰
۲۰-	حقیقی رب کون؟	۳۰
۲۱-	وہ نہ اونگھتا ہے نہ سوتا ہے	۳۱

ہندو پاک کے ممتاز عالم دین

حضرت مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب (خازن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ)

کا پیغام

محترم المقام حضرت مولانا غیاث احمد رشادی صاحب

وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ......

آپ کا مفصل محبت نامہ باعث سرفرازی ہوا، جزاک اللہ، الحمدللہ متعدد کتابیں ملیں، اللہ نے زیارت کرائی (۱) رب سے کس طرح مانگیں؟ (۲) سکرات سے تعزیت تک (۳) حرام کمائی سے پرہیز (۴) ماں باپ کیا کریں کیا نہ کریں؟ (۵) ہم عیادت کس طرح کریں؟ (٦) ہم اپنے بچوں کو کہاں پڑھائیں؟ (۷) آپسی تعلقات میں بگاڑ کیوں؟ (۸) ماہِ رمضان میں کیسے رہیں؟ (۹) حج کا سفر؟ (۱۰) اور تلگو زبان کی دو کتابیں بھی الحمدللہ ساتھ ہی نظر نواز ہوئیں۔ تلگو زبان سے واقف نہیں ہوں، پھر بھی یہ سب کتابیں ماشاء اللہ وقت کے اہم تقاضوں کے تحت ضروری ہیں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

آپ کو اللہ نے فضیلت عطا فرمائی کہ ضروری مضامین لکھنے کیلئے قلم چل پڑا، ہم بھی اس کے قدردان ہیں۔ میری صحت ان دنوں ٹھیک نہیں رہتی ہے۔ دعاء فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ صحت کاملہ مستقلہ اور عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین۔

میری بعض کتابیں پیش خدمت ہیں قبول فرمائیں۔ دارالعلوم سبیل الرشاد سے فراغت مبارک ہو، رشادی علماء ومفکرین سے میرا خاص ربط رہا ہے اور بڑی محبت کا تعلق رہا اس لئے کہ رشادی علماء میں تواضع، علمی تفکر، نرمی اور حق گوئی کا حسین امتزاج ہے۔ آپ کی سلامتی اور مقصد کی کامیابی کیلئے دعاء کرتے ہیں۔

فقط

والسلام

عبدالکریم پاریکھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

پہلی بات

ایک جگہ سے دوسری جگہ یا ایک منزل سے دوسری منزل تک پہنچنے کیلئے راستہ اس لئے تیار نہیں کیا جاتا کہ آدمی راستہ پر چلتا ہی رہے بلکہ راستوں کی تیاری کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ان کے ذریعہ راہ گیر منزل کو پالے ہر آدمی راستہ ہی کے ذریعہ منزل پر پہنچتا ہے، اگر ایک آدمی زندگی بھر راستہ ہی پر چلتا رہے اور منزل تک نہ پہنچ پائے تو اس کے بارے میں ایک عقلمند یہی فیصلہ کرے گا کہ اس بدنصیب کے حصہ میں منزل ہی نہیں ہے، تمہید میں یہ مثال اس وجہ سے دی گئی ہے کہ انسان جب دھواں دیکھتا ہے تو پہچان جاتا ہے کہ اس دھویں کے پیچھے آگ ضرور موجود ہے اور ریڈیو سے خبریں سنتا ہے اور اس حقیقت تک پہنچتا ہے کہ اس ریڈیو اسٹیشن پر ایک شخص موجود ہے جو ہمیں خبریں دے رہا ہے۔ اسی طرح جب آبادی سے باہر کسی چٹیل میدان پر پہنچ کر ایک آدمی دیکھتا ہے کہ وہاں قدموں کے نشانات ہیں چنانچہ ان قدموں کے نشانات کو دیکھ کر وہ پہچان جاتا ہے کہ اس میدان سے بکریوں کا ریوڑ گزر چکا ہے اور ایک عقلمند انسان جب سورج کو دیکھتا ہے کہ وہ اپنے وقت پر طلوع ہو رہا ہے اور اپنے وقت پر غروب ہو رہا ہے تو یہ پہچان جاتا ہے کہ اس سورج کے پیچھے کوئی نہ کوئی طاقت ہے جو اس کے طلوع اور غروب کی ذمہ دار ہے، ظاہر ہے کہ کوئی انسان یا جانور تو سورج کا نظام نہیں چلا رہا ہے اس لئے کہ اگر انسان کے قابو میں سورج ہوتا تو وہ اس سورج کو اتنا گرم ہونے نہ دیتا کہ اس کی تپش سے انسان خود مر جائے ''اگر سورج کا نظام انسان کے ہاتھ میں ہوتا تو انسان جب چاہے اس کو طلوع کرتا جب چاہے اس کو ٹھنڈا کرتا اور اس کو چلانے کا اختیار انسان کے ہاتھ میں ہوتا، لیکن سارے انسان اس کے سامنے بے بس ہیں تو اب مان لینا پڑے گا کہ کوئی اور طاقت موجود ہے جو اس نظام کو چلا رہی ہے۔

ہاں! وہ طاقت اللہ تعالیٰ کی طاقت ہے۔

اسی حقیقت کو ہم مختلف پیرایوں میں سمجھ سکتے ہیں، دنیا کے اس سارے نظام کے پیچھے

کس کی طاقت اور کس کا ارادہ کام کر رہا ہے اس کو آپ ہمارے اگلے تمام مضامین میں پائیں گے جن سے اللہ کا وجود، اس کی وحدانیت اور اس کی قدرت سمجھ میں آجائے گی۔

آج جبکہ ہمارے ملک میں الحاد اور بے دینی کی ہوائیں چل رہی ہیں ایسے حالات میں برادران وطن کے سامنے اللہ کی قدرت اور طاقت کو مختلف طریقوں سے سمجھنا اور خود کے اندر اس ایمان و ایقان کی کیفیت پیدا کرنا ضروری ہے، قرآن مجید کی آیات کی روشنی میں ایک خاص انداز میں اس بات کو سمجھانے کی ادنیٰ کوشش کی گئی ہے۔

ہم بس اسی طاقت پر یقین رکھتے ہیں اور اسی طاقت سے یہ سوال کرتے ہیں کہ وہ ہماری اس محنت کو قبول فرمائے۔

ہر تصویر اسی مصور کی ہے
ہر تدبیر اسی کی تدبیر کا نتیجہ ہے
ہر مخلوق کا خالق وہی ہے
ہر نئی ایجاد کے پیچھے اسی کی طاقت کار فرما ہے
ہر مصنوع کے پیچھے اسی کی دی ہوئی عقل کام کر رہی ہے

غیاث احمد رشادی

حقیقی خالق کون؟

دنیا میں ہر چیز کے وجود میں آنے کے کچھ نہ کچھ ظاہری اسباب ہوتے ہیں، انسان وجود میں آتا ہے اس کا ظاہری ذریعہ ماں باپ ہوتے ہیں، ایک مرد اور ایک عورت کے اختلاط سے ایک بچہ وجود میں آتا ہے، یہ فطری قانون ہے اس قانون کے باوجود کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک مرد اور ایک عورت نکاح کرتے ہیں اور دونوں وہ ظاہری سبب بھی اختیار کرتے ہیں اور دوسری مختلف تدبیریں بھی کرتے ہیں جن کے سبب اولاد ہوتی ہے مگر ان سب تدبیروں کے باوجود تجربات و مشاہدات گواہ ہیں کہ بہت سے لوگوں کو اولاد نہیں ہوتی ،بعض مرتبہ آدمی کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کے ہاں لڑکا ہو لڑکی نہ ہو مگر ان کی خواہش کے خلاف لڑکی ہوجاتی ہے اور لڑکا نہیں ہوتا اور کبھی اس کے برعکس بھی ہوجاتا ہے۔

جب انسان نے لڑکے یا لڑکی کے حصول کیلئے نکاح کیا ہے،عورت سے تعلقات بھی استوار کرلئے ہیں، ظاہری جتنی تدبیریں تھیں وہ تمام تدبیریں بھی کی ہیں لیکن اس کے باوجود اس کی ان تدبیرں میں ناکام ہونے کی وجہ کیا ہے؟ ایسا اس لئے ہوتا ہے کہ انسان مختار کل نہیں ہے اور نہ وہ قادر مطلق ہے، یہاں انسان کی اپنی کمزوری باوجود عقلمند اور صاحب فن ہونے کے ظاہر ہوتی ہے اور اس حد پر پہنچ کر انسان اپنے آپ کو مجبور اور بے بس محسوس کرتا ہے پھر اس کی نظر ایسی طاقتور ذات کی طرف جانے لگتی ہے جو اس مسئلہ کو حل کردے، چنانچہ وہ دونوں ہاتھ اسی پروردگار عالم کے سامنے اُٹھا دیتا ہے اور اسی کے سامنے سجدہ ریز ہوجاتا ہے اور کہتا ہے کہ:

اے میرے پروردگار! ہم کمزور اور مجبور ہیں،آپ طاقتور اور مختار ہیں، ہماری تدبیریں محدود ہیں اور آپ کی تدبیریں غیر محدود ہیں، ہم پر رحم فرمادیجئے اور اپنے فضل وکرم سے اولاد عطا فرمایئے، پھر اللہ کی نعمتوں کی بارش ہونے لگتی ہے، اور چند ہی دنوں میں وہ انسان جو مایوسی کا شکار ہونے والا تھا وہ اُمید کی راہوں پر چلنے لگتا ہے۔اب آپ ہی

بتلائیے کہ اولاد کے ہونے کی وجہ سے غم والم کا جو پہاڑ اس لاولد انسان کے کاندھے پر تھا اس پہاڑ کو اُتار کر اس کے دل و دماغ میں خوشی اور مسرت کی لہریں پیدا کرنے والا آخر کون ہے؟

وہی ہے اللہ جو زمین و آسمان کا خالق ہے

اسی لئے قرآن مجید کہتا ہے:

یهب لمن یشاء اناثا ویهب لمن یشاء الذکور اویزوجهم ذکرانا واناثا ویجعل من یشاء عقیما انه علیم قدیر .

جس کو چاہتا ہے بیٹیاں عطا فرماتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا فرماتا ہے یا ان کو جمع کر دیتا ہے کہ بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی اور جس کو چاہتا ہے بے اولاد رکھتا ہے، بے شک وہ بڑا جاننے والا قدرت والا ہے۔

اے انسان! تو نے اپنے اختیار اور ارادہ سے اونٹ ہاتھی اور شیر جیسے جانوروں کو تو اپنے قابو میں کرلیا اس کے باوجود تیرا اِرادہ اور اختیار یہاں کام نہیں کر رہا ہے کہ تیری مرضی کے مطابق اولاد ہو، یہاں تو بڑے بڑے ڈاکٹر بھی مجبور ہیں کہ وہ بھی اپنی مرضی اور اختیار سے اولاد پیدا نہیں کر سکتے تو پہچانو کہ وہ کون ہے کہ جو جس کو چاہے اولاد نرینہ دے اور جس کو چاہے بیٹیاں دے اور جس کو چاہے دونوں عطا کردے اور جس کو چاہے دونوں سے محروم کردے۔

اس کے پیچھے اسی کی طاقت ہے جس کو اللہ کہتے ہیں۔

حقیقی رازق کون؟

ایک انسان صبح سویرے اُٹھتا ہے منہ ہاتھ دھو کر اپنی دوکان کی طرف چلا جاتا ہے، اور تجارت میں مصروف ہوجاتا ہے، دوکاندار مثلاً دس روپئے کی چیز گاہک کو پندرہ روپئے میں اور سو روپئے کی چیز ڈیڑھ سو روپیوں میں دیتا ہے مہینہ بھر یہی سلسلہ جاری رکھتا ہے اور اپنے

کاروبار کا حساب لگاتا ہے تو ہزاروں روپیوں کا نفع ہوتا ہے اس کی ہمت بندھتی ہے کاروبار کو بڑھانے لگتا ہے وہی خرید وفروخت کا سلسلہ چلتا ہے چند دنوں بعد وہ اپنے کاروبار کا حساب لگاتا ہے تو اسے محسوس ہوتا ہے کہ اس کی تجارت میں نقصان ہورہا ہے اس کی وجہ یا تو یہ ہوتی ہے کہ قیمت خرید گھٹ جاتی ہے یا اخراجات بڑھ جاتے ہیں یا مال کے خریدنے میں دھوکہ ہوجاتا ہے یا مال فروخت ہونے سے رہ جاتا ہے ظاہر ہے کہ تاجر اپنے ارادہ سے اپنا نقصان نہیں کرلیتا جب تاجر اپنے ارادہ سے اپنا نقصان نہیں کرلیتا تو اتنا ہنر اور تجربہ ہونے کے باجود کاروبار میں نقصان ہوگیا تو اس کے پیچھے کس کا ارادہ کارفرما ہے؟

انسان اس کے سوا کیا جواب دے سکے گا کہ اس نفع اور نقصان کے پیچھے یقیناً ایک ایسی ذات کا ارادہ اور اختیار کام کررہا ہے جس کو ہر قسم کا اختیار ہے۔

وہ ذات ہی ہے جس کو اللہ کہا جاتا ہے۔

اللّٰہ یبسط الرزق لمن یشاء و یقدر o

اللہ جس کو چاہتا ہے رزق دیتا ہے اور جس کیلئے چاہتا ہے تنگی کردیتا ہے۔

اے انسان تیری طاقت اور صلاحیت، تیرا ہنر، فن اور تیری تدبیر ایک زبردست ذات (اللہ) کی تقدیر کے سامنے مغلوب اور عاجز ہے اب مان لے اور جان لے کہ ہر کام کے پیچھے اسی کا ارادہ کام کررہا ہے۔

بیماری کہاں سے آئی؟

روئے زمین پر رونما ہونے والے روزمرہ کے واقعات اور حادثات پر غور کیجئے کہ ایک طاقتور اور صحت مند انسان اپنی مصروفیات میں ہمہ تن مصروف ہے، دائیں بائیں اس کے نوکر چاکر اس کا ہاتھ بٹا رہے ہیں اور اس کی صحت، تندرستی، طاقت اور پھرتیلے پن پر ہر ایک انگشت بدنداں ہے کہ اچانک وہ دل میں درد محسوس کرتا ہے، چند ہی لمحوں میں وہ دواخانہ میں لیٹا ہوتا ہے اِدھر اُدھر نوکروں کے بجائے ڈاکٹروں کی ٹیم متحرک ہوتی

ہے، بیوی آنسو بہارہی ہے، بچے اس کی صحت کیلئے ہاتھ پیر مار رہے ہیں، یہ سن کر سارا خاندان جمع ہے کہ اس کے قلب پر حملہ ہوگیا ہے۔

ایک لمحہ کیلئے بیمار سے اپنی توجہ ہٹایئے اور غور کیجئے کہ اس کی صحت کو بیماری سے کس نے بدلا ہے؟ ظاہر ہے کہ انسان خود تو اپنے اِرادہ سے بیمار نہیں ہوا یہ کون پسند کرے گا کہ وہ بیمار ہوجائے، جب خود وہ اپنے ارادہ سے بیمار نہیں ہوا تو پھر کسی نہ کسی کا ارادہ تو ضرور کارفرما ہے۔

نہ تو ڈاکٹر نے بیمار بنایا نہ ہی رشتہ داروں نے، بلکہ ایک ذات ہے جس کا اِرادہ زمین وآسمان پر رہنے والے ذرہ ذرہ پر چلتا ہے۔

جس ذات نے ہرے پتے کو پیلا بنادیا، کھلے ہوئے پھول کو مرجھادیا اسی نے اس صحت مند انسان کو بیمار بنادیا ہے۔

اے بیمار! تیری بیماری یہ اعلان کرتی ہے کہ اس بیماری کو لانے میں ایک ذات کا اختیار اور ارادہ شامل ہے۔

وہ ذات وہی ہے جس کو ساری دنیا اللہ اللہ کہتی ہے جس کے ہاتھ میں بیماری بھی ہے اور صحت بھی......

وہ ذلیل کیوں ہوگیا؟

اس دنیا کے سارے انسان ایک ہی درجے کے نہیں ہیں کہ ہر ایک کا اپنا ایک درجہ ہے، کوئی چھوٹے درجے پر فائز ہے تو کوئی بڑے درجے پر، کوئی انتہائی اونچے درجے پر ہے تو کوئی انتہائی نچلے درجے پر، کبھی چھوٹا آدمی بڑا ہوجاتا ہے اور کبھی بڑا آدمی چھوٹا ہوجاتا ہے۔

پانچ سال پہلے وہ شخص جو عزت کے بلند میناروں پر پہنچا تھا جس کی رفعت اور عزت پر ہمالیہ کی چوٹی بھی شرما جاتی تھی، ہر جگہ جس کے نام وکام کا چرچا ہوکرتا تھا، ایک جمِ غفیر ہر وقت اس کو گھیرے ہوئے تھا، اخباروں، رسالوں میں ہر دن جس کا نام اور تصویر شائع

ہوا کرتی تھی ،جس کی ذہانت و فطانت کی ہر شخص داد دیتا تھا ،جس کا رعب اور دبدبہ ہر دل میں چھایا ہوا رہتا تھا وہ کروڑوں انسانوں کی آبادی والے ملک کا سربراہ بھی ہوا کرتا تھا اس کا ہر جملہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر بار بار دہرایا جاتا تھا مگر زمانہ کروٹیں بدلتا ہے ، حالات دگرگوں ہوجاتے ہیں، وہی شخص اب ذلت وخواری کی وادیوں میں تڑپ رہا ہے اس کی جوتوہین لوگوں میں کوئی ہے، اس پر ہمالیہ کی چوٹیاں ہنس رہی ہیں، اب نہ اس کا نام زبانوں پر ہے اور نہ اس کے کام کی اہمیت ہے،کوئی بھی جماعت اس کو اپنا رکن بنانے کیلئے تیار نہیں، اب وہ ایک عام آدمی کی طرح ہے یہ کسی ایک ہی آدمی کی مثال نہیں ہے بلکہ زمانہ نے ایسی سینکڑوں مثالیں ملتی ہیں۔

سوال یہ ہے کہ اس میں کس کا ہاتھ ہے؟ ظاہر ہے کہ انسان خودتو نہیں چاہتا کہ وہ سرداری کے رتبہ سے نکل کر عام آدمی کی سطح پر آجائے ،کوئی یہ نہیں پسند کرتا کہ وہ عزت کے پہاڑوں سے چھلانگ لگا کر ذلت کی وادیوں میں کود جائے ، حالات بتاتے ہیں کہ اس میں خود انسان کا اِرادہ اور اختیار شامل نہیں ہے۔

آیئے جانتے ہیں کہ اس قسم کے انسانوں کو عزت سے ذلت اور ذلت سے عزت کی طرف لے جانے والا کون ہے؟۔

وتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِکَ الْخَیْرُ اِنَّکَ عَلیٰ کُلِّ شَیْئً قَدِیْرٌ o

اور جس کو آپ چاہتے ہیں غالب کردیتے ہیں اور جس کو آپ چاہتے ہیں پست کردیتے ہیں،آپ ہی کے اختیار میں ہے سب بھلائی بلاشبہ آپ ہر چیز پر قدرت رکھنے والے ہیں۔

اے وہ شخص جس نے اعلیٰ عہدوں کو پاکر عزت حاصل کی ہے اس پروردگار کو فراموش نہ کر جس نے تجھے عزت کی بلندیوں پر پہنچایا ہے اور اے وہ شخص جس نے ذلت کا منہ دیکھا ہے یہ جان لے کہ تیرے پروردگار نے تیرے گناہوں کی یا تو سزا دی ہے یا تیرے امتحان کا اِرادہ کیا ہے صبر سے کام لے اپنے ماضی کی خطاوں پر توبہ کر اور اپنے پروردگار کی طرف رجوع ہوجا،اسی میں تیری فلاح پوشیدہ ہے۔

اے انسان! تو بظاہر بے لگام گھوڑے کی طرح آزاد نظر آرہا ہے مگر یاد رکھنا تیری چوٹی کو ایک ذات نے پکڑ رکھا ہے، فرق یہ ہے کہ وہ ہاتھ نظر نہیں آتا۔

وہی فرماتا ہے :

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَا صِيَتِهَا O

جتنے روئے زمین پر چلنے والے ہیں سب کی چوٹی اس (اللہ) نے پکڑ رکھی ہے۔

بوڑھا جوان کیوں نہیں ہوتا؟

ایک کمزور اور ناپاک پانی کا قطرہ جو چند مہینوں میں ہڈی، خون اور روح سے ملکر ایک جاندار کا روپ اختیار کرلیتا ہے اور رفتہ رفتہ اٹھنے، بیٹھنے، چلنے پھرنے، سننے بولنے، کھانے پینے اور فیصلہ کرنے لگ جاتا ہے پھر اس دنیا میں رہنے کی ایسی منصوبہ بند پلاننگ کرتا ہے کہ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو اس دنیا سے کبھی جانا ہی نہیں ہے۔ وہ اس دنیا کی چمک اور اس کی رونق میں اس قدر مست و مگن ہوجاتا ہے کہ اس کو اپنے انجام کی فکر ہی نہیں رہتی وہ ہر اعتبار سے طاقتور بن جاتا ہے اور بچپن سے جوانی تک کا سفر کرتا ہے، جوانی سے پھر بڑھاپے کی طرف سفر کرتا ہے، اب بڑھاپے میں وہ سوچنے لگتا ہے کہ ہر بیماری کا علاج میرے محسن ڈاکٹر نے مجھ کو بتلایا دیا ہے، میرے ہر دکھ درد کو انہوں نے دور کردیا ہے، چلو آج ہمارے مخصوص ڈاکٹر سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنی دوائیوں سے ہمارے بڑھاپے کو جوانی میں بدل دے، مگر کیا دیکھتا ہے کہ خود ڈاکٹر بھی بڑھاپے کا رونا رو رہا ہے، مریض کی کیا حیثیت کہ بوڑھے ڈاکٹر سے اپنے بڑھاپے کو دور کرنے کی دوا طلب کرلے، ڈاکٹر جب اپنی جوانی کو بچا نہ سکا تو وہ مریض کی جوانی کو کیسے بچا سکے گا؟ ماہر سے ماہر ڈاکٹروں کا بڑھاپے کے سامنے اپنے گھٹنے ٹیک دینا اس بات کی روشن دلیل ہے کہ یہاں انسان کا اختیار اور ارادہ کام نہیں کررہا ہے بلکہ اس کے پیچھے ایک دوسری ذات ہے جو انسان کی طاقت سے بڑھ کر طاقت رکھنے والی ہے جو بچپن کو جوانی میں اور جوانی کو بڑھاپے میں بدل رہی ہے۔

اے انسان! اگر تجھ کو بچپن کا زمانہ محبوب اور پسندیدہ تھا تو تو نے کیوں اس کو اپنے ہاتھوں سے جانے دیا یا اگر تجھ کو جوانی کی بھرپور طاقت پر کامل اعتماد اور بھروسہ تھا تو اس قدر قابل بھروسہ چیز سے تو محروم کیوں ہوگیا؟ اور جب تجھے یہ معلوم تھا کہ بڑھاپا کمزوری اور عاجزی کا نام ہے تو تو نے اس کو اپنے پاس آنے کیوں دیا؟

تیرے حالات اور تیری بے بسی کو دیکھ کر یقین آگیا کہ یہ تیرے بس کی بات نہیں ہے، ان تینوں میں انقلاب لانا تیرا کام نہیں ہے بلکہ ان کے پیچھے ایک ذات ہے جو کام کررہی ہے۔

وہ ہے اللہ جو بچپن، جوانی اور بڑھاپے کی شکلیں دینے کا ارادہ کرتا ہے اور اس کا اختیار بھی رکھتا ہے، فرمایا اسی رب ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ نے :

ثم نخرجکم طفلا ثم لتبلغوا اشدکم ومنکم من یتوفی ومنکم من یرد الی ارذل العمر لکیلا یعلم من بعد علم شیئا O

پھر ہم تم کو بچہ بنا کر باہر لاتے ہیں پھر تاکہ تم اپنی بھری جوانی کی عمر تک پہنچ جاؤ اور بعض تم میں وہ بھی ہیں جو جوانی سے پہلے ہی مرجاتے ہیں اور بعض تم میں وہ ہے زیادہ بڑھاپے تک پہنچ جاتا ہے جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ ایک چیز سے باخبر ہوکر پھر بے خبر ہوجاتا ہے۔

اے انسان! تو جوانی میں مغرور مت ہوجا دوسروں کا بڑھاپا بھی تجھے باخبر کررہا ہے کہ ایک دن تو بھی اسی حالت میں آجائے گا۔

جینے والے کیوں مررہے ہیں؟

زندگی کی ہر سانس انسان کیلئے قیمتی ہوتی ہے، زندگی کی قیمت اس سے پوچھئے جو زندگی کی سرحد پر پہنچ چکا ہو اور موت کھڑی اس کو پکار رہی ہو، ہزاروں انسان دواخانوں میں لیٹے ہوئے ڈاکٹروں سے منت وسماجت کررہے ہیں کہ روپیہ پیسہ ان کے قدموں پر ڈال دیا جائے گا اگر وہ ان کی جان بچانے میں کامیاب ہوجائیں۔

کون چاہتا ہے کہ اس کی زندگی کا یہ حسین اور سنہرا ورق پلٹ جائے اور وہ موت کے

کنویں میں گر جائے ، ہر شخص کو اپنی زندگی پیاری ہوتی ہے ، مالدار ہو کہ غریب ، آقا ہو کہ غلام ، بادشاہ ہو کہ رعایا ، بڑا ہو کہ چھوٹا ، جوان ہو کہ بوڑھا ، مرد ہو کہ عورت ، ہر ایک کا اِرادہ یہ ہوتا ہے کہ وہ جیتا رہے اور وہ اپنے منصوبوں کو پورا کرتا رہے لیکن ان سب ارادوں کے باوجود وہ کیوں مر رہا ہے؟ ان سب تمناؤں کے باوجود انسان کیوں چاروں کے کندھوں پر سوار ہو کر قبر کے گڑھے میں اُتر رہا ہے؟ اس کی پسند و چاہت ، اس کا ارادہ اور اختیار سب کہاں چلے گئے؟ بادشاہ اتنی بڑی سلطنت کے باوجود اور اتنے ماہر ڈاکٹروں اور حکیموں کے گھیراؤ کے باوجود لوگ مر رہے ہیں ، مالدار اپنی دھن دولت رکھنے کے باوجود مر رہے ہیں یہ سب کیوں اپنا ارادہ اور اختیار استعمال نہیں کرتے؟۔

ان سب سوالوں کا ایک ہی خواب ہے کہ انسان کا ارادہ ایک حد پر پہنچ کر ختم ہو جاتا ہے اور انسان کا اختیار کچھ دور پہنچ کر گم ہو جاتا ہے اور جہاں انسان کا ارادہ اور اس کا اختیار ختم ہو جاتا مگر تو زندہ جاوید رب ذوالجلال کا ارادہ زندہ ہی رہتا ہے اور پھر اسی کے ارادہ سے انسان موت کے منہ میں چلا جاتا ہے۔

قل ان الموت الذی تفرون منه فانه ملٰقیکم O

کہہ دیجئے کہ جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ تم کو آ پکڑے گی۔

این ماتکونو ایدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیده O

تم چاہے کہیں بھی ہو وہاں موت تم کو دبا دے گی اگر چہ کہ قلعی چونا کے قلعوں ہی میں کیوں نہ ہو۔

وما کان لنفس أن تموت الا باذن اللّٰه کتبٰا موجلا O

اور کسی شخص کو موت ممکن نہیں بغیر حکم خدا کے اس طور سے کہ اس کی میعاد معین لکھی ہوئی رہتی ہے۔

اے انسان! جب تو کسی دوسرے انسان کو لوگوں کے کاندھوں پر سوار ہو کر قبرستان کی طرف جاتا ہوا دیکھ لے تو اس حقیقت کو یاد کر لے کہ ایک دن ایسا بھی آئے گا کہ تو بھی اس

شخص کی طرح چاروں کے کاندھوں پر سوار ہوگا۔ تیرے سنبھلنے اور اللہ کو پہچاننے کیلئے یہ ایک ہی واقعہ کافی ہونا چاہئے۔

اِرادوں میں ناکامی کیوں؟

انسان کا ہر کام اِرادہ پر موقوف ہے، اِرادہ ہی وہ طاقتور چیز ہے جس سے کام پایۂ تکمیل کو پہنچتا ہے، آپ صبح سے شام تک کے سارے امور پر غور کیجئے تو آپ کو یقیناً یہ محسوس ہوگا کہ اِرادہ ہی انسان کیلئے اصل ہوتا ہے، رات بھر آدمی سوتا رہتا ہے، الارم کی آواز کانوں پر پڑتی ہے سمجھ جاتا ہے کہ صبح ہوگئی اِرادہ کرتا ہے کہ اٹھوں چنانچہ اُٹھ جاتا ہے الارم سننے کے باوجود بعض لوگ لیٹے ہی رہتے ہیں وہ اس لئے کہ بھی اِرادہ اُٹھنے کا نہیں ہوتا، اُٹھنے کے بعد نماز کا اِرادہ کرتا ہے اِرادہ کے ساتھ ہی عمل شروع ہوتا ہے، اس طرح ہر کام میں صبح سے رات تک اِرادے ہوتے رہتے ہیں اور کام چلتے رہتے ہیں، آدمی چھوٹے اِرادے بھی کرتے ہے اور بڑے اِرادے بھی، ایسے اِرادے بھی کرتا ہے جن کا وجود میں آنا ممکن ہوتا ہے اور ایسے اِرادے بھی کرتا ہے جن کا وجود میں آنا ممکن نہیں ہوتا، گویا زندگی اِرادوں کے مجموعے کا نام ہے کہ ہر منصوبہ اِرادہ کے تحت ہوتا ہے۔

لیکن کیا کبھی آپ نے سوچا ہے کہ انسان کے بہت سے اِرادے ناکام بھی ہوجاتے ہیں باوجود انسان کے صحت مند، عقلمند، ماہر، عالم اور تجربہ کار ہونے کے اس کے بہت سے اِرادے ناکام بھی ہوجاتے ہیں، ایسا کیوں ہوتا ہے کہ انسان اِرادہ کرتا ہے مگر اس کے اِرادے کے مطابق کام نہیں ہوتا اس کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہوسکتی ہے کہ اِرادوں کے موافق اس کے خالق و مالک کا اِرادہ ہوتا ہے تو انسان کا اِرادہ پایۂ تکمیل کو پہنچتا ہے اور اگر انسان کا اِرادہ اس کے خالق و مالک کے اِرادہ کے موافق نہیں ہوتا تو پھر انسان کا اِرادے مغلوب ہوجاتے ہیں جس طرح انسان کا خالق انسان پر غالب ہے اسی طرح انسان کے خالق کا اِرادہ بھی انسان کے اِرادہ پر غالب ہے۔

اسی لئے تو حضرت علیؑ نے کہا تھا:

عَرَفْتُ رَبِّیْ بِفَسْخِ الْعَزَآئِمِ ○

میں نے اپنے رب کو اس وقت پہچانا جب کہ میرے اِرادے اور منصوبے ٹوٹ گئے، اگر انسان کے سارے ہی منصوبے اور اِرادے مکمل ہوجائیں تو وہ نمرود اور قارون کی نقل شروع کردے گا، اور اس غلط فہمی میں مبتلا ہوجائے گا کہ میرے اِرادے کا میں ہی مالک ہوں، میں ہی مختار کل ہوں اور قادر مطلق ہوں۔

لیکن مومن کی نگاہ اپنے اِرادے پر نہیں رہتی بلکہ وہ اپنے ہر اِرادے پر اللہ کی مشیت اور چاہت کی طرف نگاہیں دوڑاتا ہے اور یہ کہہ دیتا ہے کہ:

اِنَّ اللّٰہ یَحْکُمُ مَایُرِیْدُ ○

بے شک اللہ جو چاہتا ہے وہ فیصلہ کرتا ہے۔

اے انسان! تو نے آج تک کتنے منصوبے بنائے ہونگے اور کتنے ارادے کئے ہونگے، مگر یہ تو حساب کرلے کہ تیرے کتنے منصوبے اور اِرادے مکمل ہوئے، اگر تیرے منصوبے مکمل نہیں ہوئے تو تو جان لے کہ تیرے منصوبوں کی تکمیل تیرے اِرادے سے نہیں بلکہ تیرے رب کے اِرادے سے ہوتی ہے۔

قدرت کی ایک نشانی

انسان کے ہاتھ سے بنے ہوئے ایک بجلی کے بلب سے ایک کمرہ روشن ہوتا ہے اور آٹھ دس بلبوں سے ایک بڑی عمارت روشن ہوتی ہے اور سو دوسو بلبوں سے ایک چھوٹی سی بستی روشن ہوتی ہے اور ایک بہت بڑے شہر کو پوری طرح روشن رکھنے کیلئے ہزاروں بلبوں کی ضرورت ہوتی ہے، ایک بڑی حکومت کو رات کے اندھیرے میں روشنی پیدا کرنے کیلئے کتنے منصوبے بنانے پڑتے ہیں؟ اور کتنے لوگوں کو اس خدمت کیلئے مامور کرنا پڑتا ہے؟ اور اس کیلئے کس قدر بجلی تیار کرنی پڑتی ہے اس کا احساس تو ہر ذی شعور انسان کو ہے۔

لیکن ہر صبح ایک بلب طلوع ہوتا ہے پوری دنیا کو روشن کر دیتا ہے سارے اندھیرے کو چند لمحوں میں مٹا دیتا ہے، اس کی روشنی سمندروں پر بھی پڑتی ہے۔ پہاڑوں پر بھی، جنگلوں پر بھی پڑتی ہے گھروں کے اندر بھی ہوتی ہے، اس کی پہنچ ہر ہر جگہ ہے، ایک ہی قدرتی بلب ہوتا ہے جو ساروں کو نیند سے جگاتا ہے، ہر ایک میں چستی پیدا کرتا ہے پھر یہی قدرتی بلب ٹھنڈا پڑتا ہے، اور سارا عالم اندھریرے میں ہوتا ہے اور ہر ایک اپنی اپنی سہولت کیلئے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق کوئی نہ کوئی شمع روشن کرلیتا ہے پھر جب رات کا ایک حصہ گزر جاتا ہے تو اس اندھریرے اور سناٹے سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے لوگ اپنی تھکان دور کرنے کی خاطر بستر پر دراز ہوجاتے ہیں۔

ذرا بتلاؤ تو سہی کہ پورا ملک ایک ہی وقت میں اندھیرے کا شکار ہوا اور اسی طرح پورا ملک روشن بھی ہوا تو کیا یہ کسی انسان کا بنایا ہوا نظام ہے؟ ہرگز نہیں! یہ اس قادر مطلق اور مختار کل کا بنایا ہوا نظام ہے جو رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔

قل ارئیتم ان جعل اللّٰہ علیکم اللیل سرمدا الی یوم القیمة من الہ غیر اللّٰہ یاتیکم بضیاء افلا تسمعون (۷۱ . القصص)

آپ ان لوگوں سے کہئے کہ بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ کیلئے قیامت تک رات ہی رہنے دے تو خدا کے سوا کونسا معبود ہے جو تمہارے لئے روشنی کو لے آوے تو کیا تم توحید کے ایسے صاف دلائل کو سنتے نہیں ہو؟۔

اے حاکمو! اے سردارو! اگر تم اپنی طاقت اور اپنی سلطنت کا دعویٰ کرتے ہو تو ذرا اپنی کمزوری اور عاجزی کا بھی یو جائزہ لو کیا تمہارے اندر اتنی طاقت ہے کہ اس چلتے دن کو رات میں بدل دو یا چلتی رات کو دن میں بدل دو؟ ہرگز نہیں! پھر یہ فیصلہ کرنے میں تمہیں کونسی چیز روکتی ہے کہ اس رات اور دن کے نظام کے چلانے میں انسانی ہاتھ نہیں بلکہ خدائی ہاتھ ہے؟

ان فی اختلاف اللیل والنھار وما خلق اللہ فی السموات والارض لایت لقوم یتقون O

اگر رات اور دن کا نظام کوئی ملک تیار کرتا تو ظاہر ہے کہ ہر ملک کی رات اور ہر ملک کا دن الگ الگ ہوتا اور ہر ایک ملک اپنی اپنی سہولت سے دن اور رات کے اوقات مقرر کرلیتا لیکن ہم دیکھتے ہیں کبھی رات بڑی ہوتی ہے تو کبھی دن چھوٹا ہوتا ہے اور کبھی دن بڑا تو رات چھوٹی ہوتی ہے اب بتلاؤ کہ اس نظام کے چلانے میں میں کس کا ہاتھ ہے؟۔

ذالک بان اللہ یولح اللیل فی النھار و یولج النھار فی اللیل وان اللہ سمیع بصیر

یہ اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کردیتا ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والے ہیں اور خوب دیکھنے والے ہیں۔

اے انسان! اگر سورج تیرے قابو میں ہوتا تو پھر اس کی حرارت کی شدت کو کم کرنے اور زیادہ کرنے کا بٹن بھی تیرے ہاتھ میں ہوتا، اے سورج کی گرمی سے پریشان ہونے والے انسان! ذرا سورج کی تخلیق پر غور کر کہ جس نے اس قدر طاقتور سورج کو پیدا کیا ہے اسی نے تجھ کو بھی پیدا کیا ہے

سورج کی گرمی سے پریشان ہوکر بے بس ہونے والا تو اس کا بندہ ہے اور اس سورج کو پیدا فرما کر انسان کی ضرورت کو پورا کرنے والا اس بندہ کا حقیقی خالق و مالک اللہ ہے۔

بے جان سے جاندار

آپ نے انڈا تو دیکھا ہے کہ جس کے خول پر کوئی ایسا سوراخ نہیں کہ کوئی چیز اندر جاسکے، انڈے کے اندر تو صرف سفیدی اور زردی ہے اور اسی انڈے پر مرغی چند دن مسلسل بیٹھتی ہے، بیس بائیس دن کے بعد وہی سفیدی اور زردی ایک جاندار اور چیز جاتی ہے اور انڈے کے خول میں دراڑ پیدا ہوجاتی ہے پھر اندر سے چوزا نکل آتا ہے اس کو آنکھیں بھی ہیں اور کان بھی ہے، منہ بھی ہے اور چونچ بھی، پیٹھ بھی ہے اور پیٹ بھی، مختلف رنگوں کے پر بھی ہیں، سوال یہ ہے کہ اس چھوٹے سے انڈے کے اندر کوئی رنگ تو نہیں ڈالا گیا تھا؟ کوئی میٹیریل تو اندر نہیں بھیجا گیا تھا؟ ڈاکٹر نے اس جانب کوئی توجہ بھی

نہیں دی تھی صرف مرغی کی چند روزہ صحبت نے انڈے کی سفیدی اور زردی کو چوزے میں تبدیل کر دیا، آخر یہ سب کس نے کیا ہے اور اس کے پیچھے کس کی طاقت کارفرما ہے؟۔

اس کا جواب وہی ہے۔

تخرج الحی من المیت و تخرج المیت من الحی O

اور آپ (اللہ) جاندار چیز کو بے جان سے نکال لیتے ہیں (جیسے انڈے سے بچہ) اور بے جاندار چیز کو جاندر سے نکال لیتے ہیں (جیسے پرندے سے انڈا)۔

اب اور آگے دیکھئے! چوزے جوں ہی اپنا قدم زمین پر رکھتا ہے تھوڑی رکھتا ہے دیر لڑکھڑانے لگتا ہے پھر اچھی طرح ٹھرجاتا ہے اور پھر تھوڑی ہی دیر میں چلنے لگتا ہے اور اپنی چونچ زمین پر مارنے لگتا ہے اس ننھے سے چوزے کو جس نے ابھی زندگی کی تھوڑی ہی سانسیں لی ہیں کسی سے نہ لکھنا سیکھا اور نہ پڑھنا سیکھا اور اس کو کسی نے تعلیم و تربیت بھی نہیں دی ہے، اس کو کسی نے سمجھایا تک نہیں کہ اس کو جینے کیلئے رزق چاہئے اور رزق کیلئے چونچ مارنی چاہئے، جب کسی نے اس کو نہیں سکھایا تو پھر کس نے سکھایا؟ کسی نے نہیں بلکہ اسی نے جس نے زمین و آسمان بنائے اور اسی نے ہر ایک کا رزق مقرر کر دیا ہے۔

ذرا اور آگے دیکھئے کہ اگر کوئی انسان اس چوزے کو پکڑنے کیلئے اپنا ہاتھ بڑھاتا ہے تو وہ چوزا فوراً دور بھاگ جاتا ہے اور اپنی ماں کے پروں کے اندر گھس جاتا ہے اور مرغی اس کو اپنے پروں میں چھپالیتی ہے، ذرا بتلاؤ کہ مرغی کے دل میں چوزے کی محبت کس نے ڈال دی اور چوزے کو کس نے سکھایا کہ اس کی پناہ گاہ مرغی کے پروں میں ہے اور انسان کا ہاتھ اس کا جانی دشمن ہے۔

جو لوگ صرف انڈا اور مرغی کھانا جانتے ہیں وہ اس سے کبھی کوئی سبق حاصل نہیں کرتے اور جو انڈے اور مرغی جیسی چیزوں کو دیکھ کر ان میں غور وفکر کرتے ہیں اور ان کے وجود میں آنے کے اسباب کی طرف متوجہ ہو کر حقیقی طاقت کو پہچان جاتے ہیں وہ اپنے رب کی معرفت حاصل کر لیتے ہیں۔

سفید دودھ کہاں سے آیا؟

اب آیئے ! اونٹنی ، گائے ، بھینس ، بکری وغیرہ پر بھی غور کریں کہ آپ نے ان سب کو گھاس پتے اور اناج وغیرہ کھلایا ، منہ کے ذریعہ یہ چیزیں معدہ میں پہنچیں اور معدہ نے ان تمام کو خوب پکایا ، معدہ کے اس عمل سے غذا کا جو فضلہ تھا وہ نیچے بیٹھ گیا ہے ، اس کے اوپر دودھ آ گیا اور پھر اس کے اوپر خون۔

گویا جانوروں کی غذا کو معدہ نے تین شکلوں میں بدل دیا پھر جگر نے اپنا کام شروع کر دیا کہ ان تینوں چیزوں کو الگ الگ ان کے مقامات تک پہنچا دیا ، خون کو جگر نے رگوں میں منتقل کر دیا ، اور دودھ کو جانوروں کے تھنوں میں پہنچا دیا ، اور اب معدہ میں صرف فضلہ باقی رہ گیا تو اس کو گوبر کی صورت میں باہر نکال دیا۔

خون سے وہ خود جانور طاقتور ہوا ، دودھ کو اس جانور کے بچھڑے نے بھی پیا اور انسانوں نے بھی ، پیا اور سے کر طاقت حاصل کی ، اور گوبر تو کھیتیوں میں پہنچ گیا تاکہ کھیتی کو طاقت ملے ، دیکھنے والا صرف اتنا ہی دیکھتا ہے مگر عقلمندوں کی نگاہ اور آگے جاتی ہے کہ ہری گھانس جانور نے کھا کر اپنا پیٹ بھرا تھا ، کوئی سفید اور لال چیز تو جانور نے نہیں کھائی تھی پھر یہ سفید ترین دودھ جس میں نہ خون کی رنگت کا اثر ہے اور نہ فضلہ کی بدبو کا اثر ہے اور خون میں نہ دودھ کی سفیدی نہ فضلہ کی بدبو ، یہاں ڈاکٹر نے کوئی ایسا انجکشن تو نہیں دیا کہ دودھ میں سفیدی آ جائے اور خون کا رنگ لال ہو جائے۔

اب آؤ تلاش کریں کہ فضلہ کو ہرے رنگ میں تبدیل کرنے والا اور دودھ کو سفید رنگ اور خون کو لال رنگ دینے والا کون ہے؟ اور اس پوری کاریگری کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے سنیئے قرآن کہتا ہے۔

و ان لکم فی الانعام لعبرۃ نسقیکم مما فی بطونہ من بین فرث و دم لبنا خالصا سائغا للشٰربین ○

اور تمہارے لئے مویشی میں غور وفکر درکار ہے، کہ خود دیکھو کہ ان کے پیٹ میں جو گوبر اور خون کا مادہ ہے اس کے درمیان میں سے دودھ کا مادہ کہ ایک حصہ خون کا ہے بعد ہضم کے جدا کر کے تھن کے مزاج سے ان کا رنگ بدل کر اس کو صاف اور گلے میں آسانی سے اُترنے والا دودھ بنا کر ہم تم کو پینے کو دیتے ہیں۔

اے عقلمند انسان! حقیقی خالق و مالک کو پہچاننے کیلئے گائے اور بکری ہی کافی ہیں۔

دانہ اور گٹھلیوں کو کون پھاڑتا ہے؟

کھجور کی سخت گٹھلی کو زمین میں ڈال دیا جاتا ہے، یہ وہ گٹھلی ہے جس کو آسانی سے توڑا نہیں جا سکتا یہی گٹھلی چند دنوں کے بعد پھوٹتی ہے اور اس گٹھلی میں جس وقت اس کو بویا گیا تھا کچھ نہیں تھا، چند دنوں کے بعد اس سے پتے پھوٹتے ہیں پھر یہ پودا بن جاتا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے تناور درخت بن جاتا ہے اور اس میں میٹھے کھجور لگتے ہیں اور یہ مٹھاس نہ زمین میں تھی اور نہ گٹھلی میں تو پھر یہ کہاں سے آئی؟۔

کدو کے بیج کو زمین میں ڈالا جاتا ہے پھر چند ہی دنوں میں دو ننھے پتے اس سے پھوٹنے لگتے ہیں رفتہ رفتہ کدو کی بیل بن جاتی ہے اور اس سے بے حساب کدو انسانوں کو ملنے لگتے ہیں مگر کدو کے بیج میں اتنی ساری چیزیں تو تھی نہیں اور نہ اس وقت زمین کھود کر دیکھنے سے وہاں کوئی ایسی چیز تھی پھر یہ کھجور کا درخت کہاں سے آ گیا اور یہ کدو کی بیل کہاں سے آ گئی؟۔ کسان نے تو صرف محنت کی تھی اس نے مٹی میں نہ پتے چھپائے تھے اور نہ کوئی اس کے اندر لکڑی رکھی تھی یہ سب کہاں سے اس کے پیچھے کس کی طاقت کارفرما ہے؟ چلئے قرآن مجید سے پوچھتے ہیں کہ آخر یہ سب کون کرتا ہے قرآن کہتا ہے:

ان اللّٰہ فالق الحب والنوی ٥

بے شک اللہ تعالیٰ پھاڑنے والا ہے دانہ کو اور گٹھلیوں کو یعنی زمین میں دبانے کے بعد دانہ اور گٹھلی پھوٹتی ہے تو یہ اللہ ہی کا کام ہے۔

اے انسان! برسوں سے تو مختلف قسم کے اناج طرح طرح کے میوے اور ہر رنگ کی مزے دار تر کاریاں اور سبزیاں کھا رہا ہے، کیا تو نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ آم میں مٹھاس، نیم اور کریلے میں کڑواہٹ اور لیموں میں کھٹاس اور ہر قسم کے نباتات میں مختلف رنگ کس نے بھر دیئے؟۔

اے انسان! اس رب کا شکر ادا کر جس نے یہ ساری نعمتیں اپنی قدرت سے تجھ کو بخشی ہیں، ان ساری چیزوں کا علم اسی پروردگار کو ہے اور ان سارے علوم کی کنجی اسی کے ہاتھ میں ہے۔

الیہ یرد علم الساعة وما تخرج من ثمرات من اکما مھا وما تحمل من انثی ولا تضع الا بعلمہ O

قیامت کے علم کا حوالہ خدا ہی کی طرف دیا جاسکتا ہے اور کوئی پھل اپنے خول میں سے نہیں کھلتا اور نہ کسی عورت کو حمل رہتا ہے اور نہ وہ بچہ جنتی ہے مگر سب اس کی اطلاع سے ہوتا ہے۔

دو دریا

قدرت کی بے حساب نشانیاں انسانوں کو غور وفکر کی دعوت دے رہی ہیں، ان دریاؤں کو بھی لیجئے کہ یہ ندیاں اور نہریں جو بہتے ہوئے سمندر میں آگرتی ہیں دنیا میں ایسے دریا بھی موجود ہیں کہ دو دریائیں صورتاً ملی ہوئی ہیں مگر ایک طرف کا پانی میٹھا شیریں تسکین بخش اور دوسری طرف کا پانی شور تلخ کھارا اور کڑوا ہوتا ہے۔

معارف القرآن میں حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے حوالہ سے لکھا گیا ہیکہ بیان القرآن میں دو معتبر بنگالی علماء کی شہادت نقل کی ہے کہ ارکان سے چاٹگام تک دریا کی شان یہ ہے کہ اس کی دونوں جانب بالکل الگ الگ نوعیت کے دو دریا نظر آتے ہیں ایک کا پانی سفید پانی ہے اور ایک کا سیاہ، سیاہ میں سمندر کی طرح طوفانی تلاطم اور تموج ہوتا ہے اور سفید

بالکل ساکن رہتا ہے، کشتی سفید میں چلتی ہے اور دونوں کے بیچ میں صرف ایک دھاری سی برابر چلی گئی ہے لوگ کہتے ہیں کہ سفید پانی میٹھا اور سیاہ پانی کڑوا ہے۔

حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب (مفتی اعظم پاکستان) فرماتے ہیں کہ مجھ سے باریسال کے بعض طلباء نے بیان کیا کہ ضلع باریسال میں دوندیاں ہیں جو ایک ہی دریا سے نکلتی ہیں ایک کا پانی کھارا بالکل کڑوا اور ایک کا نہایت شیریں اور لذیذ ہے۔

یہ تو سب ہی کا تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ جب میٹھے اور کھارے پانی کو کسی برتن میں ملا دیا جائے تو دونوں ایک ہو جاتے ہیں ایسا نہیں ہوتا کہ میٹھا پانی الگ اور کھارا پانی الگ رہ جائے لیکن دنیا میں مستقل ایک میٹھے پانی کے دریا کا کھارے پانی کے دریا سے مل کر رہنا اور اس کے باوجود میٹھے پانی کا کھارے پانی میں سرایت نہ کرنا قدرت کا ایک عجیب کرشمہ ہے، کیا اس میں انسانی طاقت شامل ہے؟ ہرگز نہیں! اس کے پیچھے یقیناً ایک ربانی طاقت ہے۔

قرآن مجید اسی حقیقت کو بیان کرتا ہے۔

وهو الذی مرج البحرین هذا عذب فرات و هذا ملح اجاج و جعل بینهما برزخا و حجر امحجورا O

اور وہی ہے جس نے دو دریا ملے ہوئے چلائے، یہ میٹھا ہے پیاس بجھانے والا اور یہ کھاری ہے کڑوا اور رکھا ان دونوں کے بیچ پردہ اور آڑ روکی ہوئی۔

اے انسان! مذکورہ دونوں سمندروں کے درمیان بظاہر کوئی آڑ نہ ہونے کے باوجود میٹھا پانی میٹھا اور کھارا پانی کھارا ہے، یہ اسی رب کا کمال ہے جس نے بلند آسمانوں کو بغیر ستون کے ٹھہرا دیا انسان تو ایک بلند عمارت کو بھی بغیر ستون کے نہیں ٹھہرا سکتا۔

بچانے والا کون؟

وسیع وعریض سمندروں میں بحری جہازوں پر بیٹھ کر سفر کرنے والے بڑے اطمینان سے سفر کررہے ہیں، پہاڑوں کے مانند وزنی جہاز سمندر میں ڈوبے بغیر اس کی سطح پر کس طرح چل رہے ہیں؟ یہ انسانی طاقت نہیں بلکہ اسی رب ذوالجلال کی طاقت ہے جس نے سمندروں پر اتنی بڑی کشتیوں کو چلایا۔

اور جب بیچ سمندر میں جہازیں لڑکھڑانے لگتی ہیں اور بھنور میں جہازیں پھنسنے لگتی ہیں اور قریب ہوتا ہے کہ سارے کے سارے ڈوب جائیں، محسوس کرتے ہیں کہ ہمارا بچنا طاقت سے باہر ہے، اب ایسی خطرناک صورت میں انہیں کون بچاتا ہے؟ قرآن مجید کہتا ہے۔

قل من ينجيكم من ظلمٰت البر و البحر تدعونه تضرعاو خفيه لئن انجينا من هذه لنكونن من الشكرين O

اب آپ خود کہئے کہ وہ کون ہے جو تم کو خشکی اور دریا کی تاریکیوں سے اس حالت میں نجات دے دیتا ہے کہ تم اس کو پکارتے ہو تذلل ظاہر کر کے اور چپکے چپکے کہ اگر آپ ہم کو اس سے نجات دے دیں تو ہم ضرور حق شناسی والوں میں سے ہو جائیں۔

طاقتور ملاحوں، فن کاروں اور تجربہ کار سواروں کا یہ اعتراف کر لینا کہ اپنے آپ کو ہم نہیں بچاسکتے تو ہمیں ان حادثات سے بچانے والی ایک ہی ذات ہے جو ان ہولناک اور خطرناک حالات میں ہم کو بچاسکتی ہے چنانچہ وہ اسی رب کو پکارتے ہیں گڑگڑاتے ہیں اور فریاد کرتے ہیں اور وعدہ کرتے ہیں کہ اگر ہمارے پروردگار نے ہمیں اس خطرناک حادثہ سے نجات دے دی تو ہم ضرور شکر گزار بندے بن جائیں گے۔

جانوروں کا رازق کون؟

انسان تو اپنی روزی روٹی کیلئے کھیتی باڑی کرتا ہے یا تجارت اور ملازمت اختیار کرتا ہے، اس کو اپنے کل کی فکر رہتی ہے اور دن بھر روزی روٹی کی تلاش میں سرگرداں رہتا ہے، مال و دولت اور جائیداد جمع کرنے میں ہمہ تن مصروف رہتا ہے، ثواب اس کو محنت کے بقدر روزی ملتی ہے کھاتا پیتا ہے اور اپنی زندگی بسر کرتا ہے لیکن انسان کے علاوہ کتنے وہ جانور ہیں جو جنگلوں، صحراؤں، دریاؤں اور بلوں میں آباد ہیں وہ نہ ملازمت کرتے ہیں نہ تجارت، وہ نہ کھیتی باڑی کرتے ہیں اور نہ کوئی اور کاروبار مگر اس کے باوجود کوئی پرندہ اس وجہ سے مرا ہوا نہیں پایا جاتا کہ اس کو روزی نہیں ملی، سمندر کی سطح پر کوئی مچھلی اس لئے مردہ نہیں پائی گئی کہ اس کو غذا میسر نہیں ہوئی، جنگل کا کوئی درندہ اس لئے موت کا شکار نہیں ہوا کہ اس کو اس دن کوئی کھانے کی چیز نصیب نہیں ہوئی۔

انسان کے علاوہ بے حساب و بے شمار مویشی، درندے، پرندے، مچھلیاں وغیرہ انسانوں کی طرح زندہ ہیں، صبح سویرے پرندے اپنے گھونسلوں سے بھوکے نکلتے ہیں اور سورج کے غروب ہونے سے پہلے پہلے اپنے پیٹ بھر کر واپس بھی ہو جاتے ہیں، کیا کسی ہمدرد انسان نے ان سب کی روزی کی ذمہ داری لے رکھی ہے؟ کیا کوئی مخلص ادارہ ان کے رزق کیلئے کوئی مہم چلا رہا ہے؟ کیا کوئی حکومت ان کی ذمہ داری سنبھالے ہوئے ہے؟ ایسا تو ہرگز نہیں ہے! پھر ان کو کون روزی دے رہا ہے یہ کس طرح اپنے پیٹ بھر رہے ہیں؟ کسی بھی جانور کا کوئی مستقل گودام نہیں ہوتا کہ وہ اپنے مہینہ بھر یا سال بھر کی غذا جمع کر لیتا ہو۔ ہاں چیونٹی اور چوہا یہ دونوں اپنی غذا اپنے بلوں میں جمع کرنے کی فکر کرتے ہیں اور عقعق نامی کوّا بھی اپنی غذا اپنے گھونسلے میں جمع کرتا ہے مگر اس کی مجبوری یہ کہ وہ اپنی غذا رکھ کر بھول جاتا ہے، ان دو تین جانوروں کے علاوہ لاکھوں قسم کے جانور بغیر کسی منصوبہ کے جی رہے ہیں، آخر ان کو کون روزی دے رہا ہے؟ اور ان سب کے پیچھے وہ کونسی طاقت ہے جو انہیں پیٹ بھر کر رزق دے

رہی ہے؟ قرآن مجید اس عظیم ذات کی نشاندہی کرتا ہے جو ان سب کا خالق و مالک ہے اور رازق بھی۔

وکاین من دابة لا تحمل رزقها اللّٰه یرزقها و ایاکم وهو السمیع العلیم O

اور کتنے جانور ہیں جو اُٹھا نہیں رکھتے اپنی روزی، اللہ روزی دیتا ہے ان کو اور تم کو بھی، اور وہی ہے سننے والا جاننے والا۔

انسان تمام مخلوقات کے رزق کا بوجھ کہاں اُٹھا سکے گا تمام مخلوقات کے رزق کی ذمہ داری تو اللہ نے لے رکھی ہے۔

وما من دابة فی الارض الا علی اللّٰه رزقها ویعلم مستقرها ومستودعها O

اور کوئی جاندار روئے زمین پر چلنے والا ایسا نہیں کہ اس کی روزی اللہ کے ذمہ نہ ہو اور وہ ہر ایک کی زیادہ رہنے کی جگہ کو اور چند روزہ رہنے کی جگہ کو جانتا ہے۔

دو یا ایک

راستہ پر سے ایک کار اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہو اور اس کار کی بیک وقت دو ڈرائیور ڈرائیونگ کر رہے ہوں تو ظاہر ہے کہ چند کلومیٹر کا فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ کار کسی نہ کسی حادثہ کا شکار ہو جائے گی۔ اس لئے کہ کار راستہ پر سے پر امن طریقہ سے گزر کر منزل تک اسی وقت پہنچ سکے گی جب کہ اس کا ایک ہی ڈرائیور ہو۔

باورچی خانہ میں اگر ایک عورت سالن تیار کر رہی ہو تو ظاہر ہے کہ وہ سالن مزیدار اور مزاج کے موافق بھی بنے گا لیکن اگر ایک سالن کی تیاری میں بیک وقت دو عورتوں کا ہاتھ ہو اور دونوں اس میں اپنے اپنے اِرادے سے مرچ مسالہ ڈال رہی ہوں تو وہ سالن بالکل بدمزہ بن جائے گا اس لئے کہ وہ یا سالن تو بالکل کھارا یا بالکل تیز یا بالکل کھٹا ہو جائے گا۔

ایک ملک کے لاکھوں باشندوں پر حکومت کرنے والا ایک ہی بادشاہ ہو اور ایک ہی تخت ہو اور اس کے حکم کے مطابق وزراء، سپاہی اور عہدیدار عمل کر رہے ہوں تو ظاہر ہے کہ حکومتی

نظام پُر امن طریقہ سے چلے گا لیکن اگر ایک ہی ملک کے باشندوں پر بیک وقت دو بادشاہ دو الگ الگ تختوں پر بیٹھ کر وزراء ، فوجی کمانڈروں اور عہدیداروں پر بیک وقت حکومت کررہے ہوں تو ملک کا نظام درہم برہم ہوجائے گا، رعایا دونوں بادشاہوں کے متضاد فیصلوں اور احکامات سے پریشان ہوجائے گی اور وزراء اور سپاہی دو بادشاہوں کے درمیان اس طرح پس جائیں گے جس طرح چکی کے دو پاٹوں کے درمیان گیہوں پس جاتی ہے۔

یہ مثالیں اس حقیقت کو سمجھنے کیلئے دی گئیں کہ اگر زمین اور آسمان کا یہ پرسکون نظام اگر ہزاروں لاکھوں برسوں سے بغیر کسی ٹکراؤ اور بگاڑ کے چل رہا ہے، سورج اپنے وقت پر نکل رہا ہے اور ڈوب رہا ہے، آسمان اپنی جگہ پر قائم ہے اور زمین اپنی اپنی جگہ قائم ہے اور پہاڑ اپنی جگہ قائم ہے اور کائنات کا سارا نظام برابر چل رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس مستحکم نظام کے چلانے میں صرف اور صرف ایک ہی ذات کام کررہی ہے۔

اگر زمین و آسمان کے دو خدا ہوں اور دونوں کے دونوں مالک ومختار ہوں تو ظاہر یہ ہے کہ دونوں کے احکام پورے پورے زمین و آسمان پر نافذ ہونے چاہئیں، اور عادتاً اور طبعاً یہ ممکن نہیں کہ جو خدا ایک حکم دے دوسرا خدا بھی وہی حکم دے یا جس چیز کو ایک خدا پسند کرے دوسرا بھی اسی کو پسند کرے، دونوں میں کبھی نہ کبھی اختلاف رائے یا احکام میں اختلاف کا پیدا ہونا یقینی ہے اور جب دو خداؤں کے احکام زمین و آسمان پر مختلف ہوجائیں تو نتیجہ ان دونوں کا بگاڑ اور فساد کے سوا کیا ہوسکتا ہے؟۔

اگر یہ مان لیا جائے کہ حقیقی اللہ کے سوا کوئی اور اللہ بھی اس کے ساتھ ہے تو ظاہر ہے کہ یہ ماننا بھی پڑے گا کہ ایک خدا چاہتا ہے کہ اس وقت دن ہو اور دوسرا چاہے گا کہ رات ہو، ایک چاہتا ہے کہ بارش ہو تو دوسرا چاہے گا کہ نہ ہو، دونوں کے ان متضاد احکام کس طرح بیک وقت جاری ہونگے اگر ایک کا حکم مان لیا جائے تو ظاہر ہے کہ دوسرا مغلوب ہوجائے گا اور یہ اصولی قاعدہ ہے کہ جو مغلوب ہوجائے وہ خدا نہیں ہوسکتا۔

لامحالہ ہر ایک عقلمند کو یہ تسلیم کرنا لازم ہوگا کہ جو نظام زمین و آسمان میں چل رہا ہے اس

کا چلانے والا ایک ہی ہے اور قرآن مجید اسی حقیقت کو بیان کرتا ہے۔

لو کان فیھما الھة الا اللّٰہ لفسدتا O

زمین میں اور آسمان میں اگر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور معبود ہوتا تو دونوں کبھی کے درہم برہم ہو جاتے۔

عقلمند کیلئے تو اتنی مثالیں ایک خدا کو تسلیم کرنے کیلئے کافی ہیں اور جو عقل سے کورا ہو اس کے سامنے ہزاروں مثالیں اور لاکھوں دلائل بھی ہیچ ہیں۔

اس نظام کے پیچھے کون؟

ہواؤں میں اُڑنے والے جہاز کو دیکھ کر ہر انسان اس بات کا اندازہ لگا لیتا ہے کہ اس جہاز میں کوئی نہ کوئی شخص ضرور موجود ہے جو اس جہاز کو چلا رہا ہے، پٹریوں پر سے گزرنے والی تیز رفتار ٹرین کو دیکھ کر ہر تماشہ بین سمجھ جاتا ہے کہ اس ٹرین کا ڈرائیور اس میں بیٹھا ہوا ہے۔ گھر کے اندر بیٹھے ہوئے شخص کو کسی کے پکارنے کی آواز دروازے کی طرف سے آتی ہے وہ فوراً دروازے کی جانب دوڑتا ہے دروازہ کھولتا ہے اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگتا ہے کہ کس نے مجھے آواز دی ہے؟

مدرسہ میں پڑھنے والا بچہ سبق کے دوران گھنٹی کی آواز سنتا ہے کہ گھنٹی بج رہی ہے گھنٹی کی آواز کے ساتھ ہی اس کا ذہن گھنٹی بجانے والے کی جانب چلا جاتا ہے۔

رات کی اندھیری میں سویا ہوا انسان اچانک ایک آواز سنتا ہے ’’بھوں بھوں‘‘ وہ سمجھ جاتا ہے کہ یہ آواز کتے کی ہے جو کسی اجنبی آدمی کو گھر کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ کر بھونک رہا ہے۔

جب جہاز بغیر کپتان کے، اور ٹرین بغیر ڈرائیور کے نہیں چل سکتی، آواز لگانے والے کے بغیر اور گھنٹی بجانے والے کے بغیر گھنٹی کی آواز نہیں آسکتی تو بھلا اتنا بڑا سورج کس طرح خود بخود طلوع ہو سکتا ہے؟ پوری دنیا بغیر کسی کے اِرادے کے کس طرح اندھیری ہو سکتی ہے

اور کس طرح بغیر کسی طاقت کے یہ بلند آسمان بغیر ستونوں کے ٹھہر سکتا ہے؟ کس طرح یہ نباتات خود بخود زمین سے اُگ سکتے ہیں؟۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ کے زمانے میں ایک ملحد نے یہ کہہ کر لوگوں کو گمراہ کرنا شروع کیا کہ یہ زمین و آسمان کا نظام خود بخود چل رہا ہے ان کو چلانے میں کسی کا ہاتھ نہیں ہے، یہ دن رات میں اور رات دن میں خود بخود تبدیل ہو رہی ہے ان کے پیچھے کسی کا ہاتھ نہیں ہے، یہ بات امام صاحب تک پہنچی تو امام صاحب نے اس ملحد کے پاس پیغام بھیجا کہ میں اس کا جواب دوں گا چنانچہ دونوں کی رضامندی سے مقابلہ کا وقت اور مقام طے ہو گیا۔ حسب پروگرام وہ ملحد اس مقام پر پہنچا لوگ بھی وقت پر آ گئے لیکن امام صاحب کا پتہ نہیں بہت دیر کے بعد امام صاحب تشریف لائے تو ملحد نے احتجاج کیا کہ تم وقت پر نہیں آئے۔

امام صاحب نے کہا کہ بات دراصل یہ ہوئی کہ میں اپنے پروگرام کے مطابق اپنے وقت پر اپنے گھر سے نکلا لیکن راستہ میں تو اچانک ندی آ گئی میرے لئے ندی پار کرنا مشکل ہو گیا تھا اچانک میں نے دیکھا کہ ایک درخت خود بخود کٹ رہا ہے اور خود بخود کشتی بن رہی ہے اور چند ہی لمحوں میں وہ کشتی میری طرف آ رہی ہے میں اس کشتی پر سوار ہوا اور ندی پار کر لی یہاں پہنچ گیا۔

یہ سنتے ہی اس ملحد نے فوراً کہا کہ یہ کیسی بات امام صاحب کہتے ہیں اے لوگو! کیا تمہاری عقل اس بات کو تسلیم کرتی ہے۔

امام صاحب نے کہا کہ اے ملحد، تمہارا جواب ہو گیا، اس نے کہا کہ وہ کیسے؟ امام صاحب نے کہا کہ جب ایک درخت خود بخود کٹ نہیں سکتا اور ایک کشتی خود بخود نہیں بن سکتی تو بھلا بتاؤ کہ یہ پوری دنیا کا نظام خود بخود کیسے چل سکتا ہے۔

امام صاحب کا یہ جواب صرف ملحد کیلئے ہی نہیں تھا بلکہ ہر زمانے میں پیدا ہونے والے ان لوگوں کیلئے تھا جو خدا کے وجود کے قائل نہیں ہیں۔

ہر عقلمند کو کائنات کی ہر چیز یہ آواز دے رہی ہے کہ اے عقلمند! میں خود نہیں آئی ہوں میرا

بھی ایک خالق ہے، جس نے تجھ کو پیدا کیا ہے، اُسی نے مجھ کو بھی پیدا کیا اور وہی مجھ کو زندہ رکھے ہوئے ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یُمۡسِکُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ اَنۡ تَزُوۡلَا O

یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ وہ موجودہ حالت کو چھوڑ نہ دیں۔

وہ نظر نہیں آتا

دنیا میں مکاروں اور فریبیوں کی کمی نہیں ہے مگر اسی کے ساتھ ساتھ عقلمندوں سے بھی تو دنیا خالی نہیں ہے جہاں گدھے ہوتے ہیں وہاں گھوڑے بھی تو ہوتے ہیں۔

ایک استاذ نے اپنے شاگردوں کو گمراہی کے دلدل میں پھنسانے کی بھرپور کوشش کی اور شاگردوں کو یہ نرالا اصول بتایا کہ:

بچو! جو چیز نظر آتی ہے وہ حقیقت میں موجود ہے اور جو چیز نظر نہیں آتی وہ چیز گویا موجود نہیں ہے دیکھو یہاں بورڈ ہے وہ نظر آرہا ہے جب ہی تو تم اس بورڈ کے وجود کو تسلیم کرتے ہو، سورج نظر آرہا ہے جب ہی تو تم کہتے ہو کہ سورج موجود ہے، معلوم ہوا کہ جو چیز نظر آتی ہے وہ ہے اور جو چیز نظر نہیں آتی وہ نہیں ہے۔

دیکھو اللہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ موجود ہے پھر وہ نظر کیوں نہیں آتا؟ معلوم ہوا کہ وہ موجود نہیں ہے جب ہی تو نظر نہیں آتا۔

ایک عقلمند شاگرد نے اس مکار استاذ کو خواب غفلت سے جگایا اور پوچھا کہ ماسٹر صاحب! آپ نے بڑا اچھا اصول سمجھایا، آپ بتایئے کہ آپ کو عقل ہے یا نہیں ہے؟ استاد نے کہا کہ بالکل ہے، شاگرد نے کہا کہ اگر ہے تو بتایئے، استاد نے کہا کہ میاں وہ نظر کہاں سے شاگرد نے کہا کہ آپ ہی نے تو کہا کہ جو چیز موجود ہے وہ نظر آتی ہے اور جو چیز موجود نہیں ہے وہ نظر نہیں آتی اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ میں عقل بھی موجود نہیں ہے اگر موجود ہوتی تو ضرور نظر آتی۔

ایک اور لطیفہ

ٹرین میں سفر کے دوران ایک فریبی نے لوگوں کو اسی اصول کی بنیاد پر گمراہ کرنا چاہا، ایک مولانا بھی وہاں تشریف فرما تھے، اس فریبی نے لوگوں کو یہ اصول بتایا کہ جو چیز بھی حقیقت میں ہوتی ہے وہ ضرور نظر آتی ہے جو چیز نظر نہیں آتی وہ حقیقت میں نہیں ہوتی۔ مولانا نے اچانک اُٹھ کر ایک زبردست طمانچہ رسید کیا جس سے اس کو آسمان کے تارے نظر آنے لگے۔

وہ گرجدار آواز سے کہنے لگا کہ تم نے مجھ کو طمانچہ کیوں مارا؟ مجھے تو شدید درد ہو رہا ہے ،مولانا نے کہا کہ آپ ہی نے تو کہا تھا کہ جو چیز نظر نہیں آتی وہ حقیقت میں نہیں ہوتی آپ کا درد مجھے بھی نظر نہیں آ رہا ہے تو معلوم ہوا کہ وہ بھی نہیں ہے اگر ہوتا تو ضرور نظر آتا۔

دیکھنے والوں کیلئے کائنات کی ہر چیز کا وجود کائنات کے وجود کی علامت ہے اور اندھوں کیلئے تو کوئی موقع ہی نہیں ہے۔

حقیقی رب کون؟

ایک بڑا مجمع برسر بازار ایک انسان نما مورت کو بلند اسٹیج پر رکھ کر اس کے سامنے کچھ پھول اور کچھ فروٹ رکھے ہوئے ہیں اور دل میں یہ خیال کر رہے ہیں کہ یہ مورت ان پھلوں کو کھا جائے گی اور اس مورت کے بارے میں ان کا یہ تصور بھی ہے کہ یہ ان کی ہر ضرورت کو پورا کرتی ہے، جب واقعی ان کی ضرورت کو وہ پورا کرتی ہے تو پھر انہیں اس کی ضرورت کو پورا کرنے کیلئے پھول اور پھل پھول رکھنے کی کیا ضرورت ہے؟۔

حقیقی رب تو اپنے بارے میں یہ اعلان کرتا ہے کہ:

لَا نَسْئَلُکَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُکَ O

ہم آپ سے معاش طلب نہیں کرتے معاش تو ہم آپ کو دیتے ہیں۔

پھر وہی مجمع چند دن تک مورت کو بلندی بخشتا ہے یہ تو ہر عقلمند کو معلوم ہے، مگر یہاں تو

اُلٹی گنگا بہتی ہے کہ عابد اپنے گھٹیا معبود کو اوپر بٹھاتا ہے اور حقیقی رب کی شان کو دیکھئے کہ:

رَفِيعُ الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ O

وہ رفیع الدرجات ہے اور وہ عرش کا مالک ہے۔ اس کو کسی کے بلند مقام پر بٹھانے کی ضرورت نہیں وہ خود بلند مرتبہ پر فائز ہے۔

اور پھر اگلا مرحلہ بڑا ہی انوکھا ہے کہ جس کو خدا سمجھ کر اوپر بٹھایا تھا اور سو جتن کئے تھے جس کی خاطر ہزاروں روپئے خرچ کئے تھے اس کے بعد اسی کو کسی بڑے تالاب میں ڈھکیل دیا بلکہ پیروں سے مارا بھی جاتا ہے اس پر جوتے بھی برسائے جاتے ہیں اس کی توہین بھی کی جاتی ہے۔ یا للعجب .

یہ بھی کیسا معبود ہے کہ دوسروں کے جوتے اور لاتیں کھا رہا ہے حقیقی رب تو وہ ہوتا ہے کہ:

لَا تَضُرُّوهُ شَيْئًا O

اور تم اللہ کو کچھ ضرر نہ پہنچا سکو گے۔

وہ اونگھتا ہے نہ سوتا ہے

حقیقی بادشاہ وہ ہے جو رعایا کے مسائل اور حالات سے واقف ہو، حقیقی باپ وہ ہے جو اولاد کے مزاج سے واقف ہو، حقیقی استاد وہ ہے جو اپنے شاگردوں کی کمزوری اور ان کی صلاحیت سے واقف ہو، حقیقی ڈرائیور وہ ہے جو راستے اور راستے پر گاڑی چلانے کے قوانین اور اصول سے واقف ہو، اسی طرح حقیقی خدا وہ ہے جو بندوں کے ظاہر و باطن سے واقف ہو، جو بندوں کے دلوں کے احوال اور ان کے عادات واطوار نیز ان کے اخلاق و کردار سے بخوبی واقف ہو، پوشیدہ اور علانیہ ہر قسم کے اُمور سے باخبر ہو، مگر کیا کہیں ان عقلمندوں کو جو اپنے باطل معبودوں کے گھر جاتے ہیں اور دربار میں حاضر ہونے سے پہلے گھنٹی بجاتے ہیں اور جب ان گھنٹی بجانے والوں سے پوچھا جاتا ہے کہ تم کیوں گھنٹی بجا رہے ہو تو جواب ان اندھے عقیدت مندوں سے یہ ملتا ہے کہ وہ سوئے ہوئے ہوتے

ہیں ہم ان کو پہلے جگاتے ہیں جب وہ جاگ جاتے ہیں تو اپنی فریاد پیش کرتے ہیں، دن رات سینکڑوں عقیدت مند آتے ہیں اور ہر ایک گھنٹی بجاتا ہے جب وہ اتنا سونے والا ہو کہ ہر ایک کے اُٹھانے پر اُٹھتا ہو اور پھر سو بھی جاتا ہو تو ایسے بے خبر اور غافل کو معبود کیوں بنایا جاتا ہے؟

حقیقی معبود تو وہ ہے جو ہر لمحہ جاگ رہا ہو اور ہر چیز سے باخبر ہو۔

آیئے حقیقی رب ذوالجلال کے بارے میں جانتے ہیں کہ وہ کن اوصاف کا مالک ہے، اور مسجدوں میں اور گھروں میں جس رب کی عبادت کی جاتی ہے وہ کس طرح باخبر ہے اسی نے اپنا یہ وصف اپنے بندوں کو بتایا ہے۔

لَا تَاخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ O

نہ اس (اللہ) کو اونگھ دبا سکتی ہے اور نہ نیند

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا اے اللہ! کیا آپ کو اونگھ یا نیند نہیں آتی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا موسیٰ! اگر ہم تھوڑی دیر کیلئے بھی زمین و آسمان سے بے خبر ہو کر سو جائیں تو یہ زمین و آسمان کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا مجھے سمجھایئے کہ یہ کیونکر ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ اپنے دونوں ہاتھوں میں دو شیشے لے لیجئے حضرت موسی علیہ السلام نے حکم مطابق سیدھے ہاتھ میں ایک شیشہ اور بائیں ہاتھ میں ایک شیشہ لے لیا اور بیٹھ گئے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسی علیہ السلام کو اونگھ دے دی جب پہلی جھپکی لگی تو دونوں ہاتھ ایک دوسرے سے ٹکرائے جس کی وجہ سے دونوں شیشے ٹوٹ گئے جب اونگھ ختم ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا! اے موسی علیہ السلام جس طرح تمہاری ایک جھپکی لینے سے دونوں شیشے ٹوٹ گئے، اگر ہم بھی پل بھر کیلئے اونگھ لیں تو یہ زمین و آسمان آپس میں ٹکرا جائیں گے اور دنیا کا نظام

درہم برہم ہو جائے گا

اے وہ لوگو! آؤ اس رب کی طرف جو ہر وقت تمہارے حالت سے باخبر ہے اور اسی کے ہو جاؤ اسی کی بندگی کرو اسی کو اپنا وکیل سمجھو اور اسی سے مانگو۔

اللہ تعالیٰ ان تمام کو توفیق نیک دے جو ایمان سے دور ہیں اور اللہ کی معرفت سے محروم ہیں۔ آمین۔

تمت بالخیر